# شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی تصانیف
## (تجزیہ وتعارف)

مولانا نایاب حسن قاسمی

"الامان" کے واسطے سے نقل شدہ خبر جب علامہ موصوف کو پہنچی، جو ان کے نظریے کے سخت خلاف تھی، تو انھوا نے مولانا حسین احمد مدنی: پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا:

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں ورنہ — ز دیوبند حسین احمد ای چہ بوالعجبی ست؟
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن ست — چہ بے خبر زمقامِ محمدِ عربی ست
بہ مصطفی بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

علامہ اقبال کے یہ اشعار روز نامہ "احسان" میں شائع ہوئے، اس کے بعد پورے ملک میں ہنگامہ، بے چینی اور خلش کا ماحول پیدا ہوگیا، جہاں علامہ اقبال کے حامیین مولانا مدنیؒ کے خلاف زبان درازی وقلم درازی پر اتر آئے، وہیں خود حضرت کے متوسلین کی طرف سے بھی جواب آں غزل کے طور پر تحریروں اور بیانات کا اک سلسلۂ دراز شروع ہوگیا، جو کسی آن تھمنے کا نام نہ لیتا تھا، مولانا کی طرف سے وضاحتی بیان بھی شائع ہوا، جس میں آپ نے اپنی جانب منسوب کیے گئے جملے کی تردید کی، اسی کے بعد اعظم گڑھ کے مشہور شاعر اقبال سہیل نے بھی علامہ اقبال کے خلاف انہی کی بحر میں ایک لمبی اور تیز وتند نظم کہی تھی:

کسے کہ خردہ گرفت بر حسین احمد — زبانِ او عجمی وکلام در عربی ست
کہ گفت برسرِ منبر کہ ملت از وطن است — دروغ گوئی وایراد، ایں چہ بوالعجبی ست
درست گفت محدث کہ قوم از وطن ست — کہ مستفاد زفرمودۂ خدا ونبی ست
زبانِ طعن کشودی وایں نہ دانستی — کہ فرقِ ملت وقوم از لطائفِ ادبی ست
تفادتے ست فراواں میانِ ملت وقوم — یکے زکیش ودگر کشوری ست یا نسبی ست

خدائے گفت بہ قرآں "لکل قوم ہاد" ۔۔۔ مگر بہ نکتہ کجا پے بَرد کسے کہ غبی ست
بہ قومِ خویش خطابِ پیمبراں بہ نگر ۔۔۔ پُر از حکایتِ "یاقوم" مصحفِ عربی ست
رموزِ حکمت ایماں زفلسفی جستن ۔۔۔ تلاشِ لذتِ عرفاں زبادۂ عنبی ست
بہ دیوبند در آ گر نجات می طلبی ۔۔۔ کہ دیوِ نفس سلحشور و دانشِ تو صبی ست
بہ گیر راہِ حسین احمد گر خدا خواہی ۔۔۔ کہ نائب ست نبی را وہم ز آلِ نبی ست

خوش قسمتی سے ایک دردمند اور باشعور وذی فہم مسلمان (جو عالمِ دین بھی تھے اور ادیب وصحافی بھی) جنھوں نے مصلحتاً اپنا نام طالوت (اصل نام عبدالرشید نسیم) رکھ لیا تھا، نے حقیقت حال دریافت کرنے کے لیے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں ایک خط لکھا، جس کا حضرت مدنیؒ نے جواب دیا اور اپنی تقریر کا مدعا بہ واضح بیان کیا، پھر انھوں نے ان کے خط کا اقتباس علامہ اقبال کی خدمت میں ارسال کیا، جس کو دیکھنے کے بعد علامہ موصوف نے اپنا تبصرہ واپس لے لیا اور فرمایا کہ:

"میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا..... مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں"۔(۸)

علامہ اقبال کا یہ اعتراف نامہ "احسان" کے علاوہ ۵/ مارچ ۱۹۳۸/ کو روزنامہ "مدینہ" بجنور میں بھی شائع ہوا تھا، خیر! علامہ اقبال نے تو اپنی بات واپس لے لی، مگر ان کا وہ قطعہ "ارمغانِ حجاز" کے ترتیب کاروں نے نہ معلوم کن مصلحتوں کے تحت چھاپ دیا اور اب تک یہ سلسلہ رُبوں جاری ہے، حالاں کہ علامہ کے بعض دوستوں اور ماہرین اقبالیات کی یہ رائے تھی کہ اگر وہ ان کی زندگی میں چھپتی، تو یہ اشعار اس میں شامل نہ کیے جاتے، خواجہ عبدالوحید لکھتے ہیں:

"ارمغانِ حجاز" اگر حضرت علامہ کی زندگی میں چھپتی تو یہ نظم اس میں شامل نہ ہوتی"۔(۹)

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے بھی "سرگزشت اقبال" میں تحریر کیا ہے:

"اگر وہ "ارمغانِ حجاز" کی ترتیب اپنی زندگی میں کرتے، تو شاید وہ تین اشعار درج نہ کرتے، جن میں مولانا حسین احمد مدنی پر چوٹ کی گئی تھی"۔(۱۰)

ماہرِ اقبالیات وشارحِ کلیاتِ اقبال پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں:

"حقیقتِ حال سے واقف ہونے کے بعد علامہ نے اپنا اعتراض واپس لے لیا تھا اور وہ اشعار محض اس وجہ سے "ارمغانِ حجاز" میں راہ پا گئے کہ اس اعتراف کے محض تین ہفتوں کے بعد علامہ وفات پا گئے اور انھیں یہ ہدایت دینے کا موقع نہ مل سکا کہ ان اشعار کو "ارمغانِ حجاز" میں شامل نہ کیا جائے، اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ "ارمغانِ حجاز" میں اس نظم کے ساتھ یہ صراحت کر دی جائے کہ حقیقتِ حال سے آگاہ ہو جانے کے بعد علامہ مرحوم نے ان اشعار کو کالعدم قرار دے دیا تھا، تو بہت اچھا ہو؛ کیوں کہ اس

تصریح کی بہ دولت قارئین حضرتِ اقدسؒ کے خلاف سوءِ ظن سے محفوظ ہو جائیں گے"۔(۱۱)

مولانا حکیم فضل الرحمن سواتی نے بھی حافظ شیرازؒ اور مسٹر محمد علی جناح کے تعلق سے علامہ موصوف کے ایرادات سے رجوع کی تفصیلات تحریر کرتے ہوئے یہی بات لکھی ہے۔(۱۲)

**آمدم برسرِ مطلب:**...... حضرت مدنی کا رسالہ "متحدہ قومیت اور اسلام" اسی پس منظر میں تحریر کیا گیا ہے، حضرت نے اس بحث کے خاتمے کے بعد ارادہ کیا کہ اپنے نظریے کو واضح اور مدلل طور پر علامہ موصوف کے سامنے پیش کر دیں، تا کہ ان کے دل سے شبہات واشکالات کا کانٹا بھی نکل جائے اور انھیں اپنے ان تسامحات کا بھی ادراک ہو جائے، جو ان سے قوم اور ملت کی تشریح کے دوران سرزد ہوئے، کہ ناگاہ علامہ کے سانحۂ ارتحال کا حادثۂ جاں کاہ رونما ہو گیا اور آپ کے عزم وارادے پر اوس پڑ گیا، آپ نے رسالے کے آغاز میں لکھا ہے:

"بالآخر جب کہ میں قومیت کی لفظی بحث کے اختتام پر پہنچ کر مقصد اصلی سے نقاب اٹھانا چاہتا تھا، ناگاہ جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کے وصال کی خبر شائع ہوگئی، اس ناساز اور دل گداز خبر نے خرمنِ خیالات وعزائم افکار پر صاعقہ کا کام کیا، طبیعت بالکل بجھ گئی اور عزائم فسخ ہو گئے، تحریر شدہ اوراق کو طاقِ نسیاں کے سپرد کر دینا ہی انسب معلوم ہوا"۔(۱۳)

مگر جن لوگوں نے اس بحث کو دیکھا اور سنا تھا، انھیں اس سے غیر معمولی دلچسپی تھی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت مدنیؒ کی مفصل تحریر سامنے آئے، تا کہ صورتِ مسئلہ بے غبار ہو کر اطمینانِ قلب کا باعث ہو، اس وجہ سے آپ نے اس تعلق سے اپنی لکھی ہوئی تحریروں کو یک جا کر کے چھاپنے کی اجازت دے دی۔

یہ کتاب متعلقہ مسئلے پر انتہائی مدلل اور محقق ہے، آپ نے پہلے تو قوم، ملت اور امت پر امہاتِ کتب لغت کی روشنی میں پرمغز گفتگو کی ہے اور ان کے ادبی لطائف کو آشکار کیا ہے، اس کے بعد نبی پاک کے طرزِ عمل سے متحدہ قومیت کے تصور کو ثابت کیا ہے، اس سلسلے میں آپ نے اس معاہدے کو بنیادِ تحریر بنایا ہے، جو آپ نے مدینہ پہنچنے کے بعد وہاں کے قبائل یہود سے کیے تھے، آپ نے اس کی چند دفعات کا ذکر کیا ہے، جن میں صراحت ہے کہ ہر مذہب کا ماننے والا مذہبی امور میں تو اپنے اپنے مذہب کا ہی پابند ہوگا؛ مگر ملکی، سیاسی اور جنگی امور میں سب ایک اور متحد ہوں گے اور ایک دوسرے کے حلیف، اس سلسلے میں آپ نے جمعیت علمائے ہند کے اجلاس منعقدہ پشاور دسمبر ۱۹۲۷/ میں پیش کردہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے خطبہ صدارت سے بھی استدلال کیا ہے، جس میں انھوں نے بھی میثاقِ مدینہ کو متحدہ قومیت کی اساس قرار دیا تھا، اسی طرح گول میز کانفرنس نومبر ۱۹۳۰/ میں کی گئی رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہرؒ کی اس معرکہ آرا تقریر کا بھی حوالہ دیا ہے، جس میں انھوں نے کہا تھا کہ مذہب کے معاملے میں میں اوّل، دوم اور آخر مسلمان ہوں اور سوائے مسلمان کے کچھ بھی نہیں اور جن امور کا تعلق ہندوستان سے، اس کی آزادی سے اور اس کی فلاح وبہبود سے ہے، تو ان میں میں

اوّل ہندوستانی ہوں، دوم ہندوستانی ہوں اور آخر ہندوستانی ہوں اور ہندوستانی کے سوا کچھ نہیں، اسی طرح سرسید مرحوم کی مختلف تحریریں بھی استشہاداً پیش کی ہیں، آپ نے انگریز مفکرین کی تحریروں کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ متحدہ قومیت کے نظریے سے اختلاف اور دو قومی نظریے کی بانگ بلند کرنا، یہ انگریزی تدبیر اور چال بازی کا نتیجہ تھا۔

یہ رسالہ گو ایک خاص پس منظر میں لکھا گیا تھا، مگر آج دو قومی نظریوں اور اسلام کی بنیاد پر حاصل کیا گیا خطۂ زمین تمام تر غیر اسلامی اعمال کی آماج گاہ بن چکا ہے اور وہاں بسنے والی اسلامی نسل کا لمحہ لمحہ ہلاکتوں، بربادیوں اور بیش از بیش خطرات کے مایا جال میں گھرا ہوا ہے۔

**(۵) مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت:** ......یہ کتاب دراصل ایک مکتوب ہے، جو آپ نے دارالعلوم دیوبند کے ایک ایسے فاضل کو لکھا تھا، جو جماعت اسلامی سے وابستہ ہو گئے تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ جمہور امت اور جماعت اسلامی کا اختلاف محض فروعی ہے، اصولی نہیں ہے۔ اس مکتوب کو مکتبۂ دارالعلوم نے خوبصورت کتابت کے ساتھ شائع کیا ہے، اس کے شروع میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کا بصیرت افروز اور فصیح و بلیغ مقدمہ ہے، جس میں آپ نے مشہور حدیث شریف "لَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً......الخ" کی روشنی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے پر انتہائی وقیع گفتگو کی ہے، آپ نے قرآن وحدیث کے استشہادات کی روشنی میں صحابہؓ کرام کی عدالت، معیاریت اور بالاتر از تنقید ہونے کو ثابت کیا ہے، اس کے بعد ۴۴ صفحے میں حضرت مدنیؒ کی تحریر ہے، جس میں آپ نے انتہائی سلجھے ہوئے اور سنجیدہ اسلوب میں جماعتِ اسلامی کے دستور کی دفعہ نمبر ۶: "رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں نہ مبتلا ہو، ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجے میں ہو، اس کو اسی درجے میں رکھے" کا علمی، منطقی وتحقیقی تجزیہ کرتے ہوئے اس کو ماننے کی صورت میں اس پر مرتب ہونے والے خطرناک عواقب ونتائج پر سیر حاصل بحث کی ہے، آپ نے اعاظمِ رجالِ حدیث اور امام ابوزرعہ رازیؒ، حافظ ابن عبدالبرؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ ابن ہمامؒ اور ملا علی قاریؒ کے حوالے سے صحابہ کرام کے تئیں اہلِ السنہ والجماعہ کے متفق علیہ ومعتبر عقیدے کو واضح کیا ہے اور اس ذیل میں آپ نے مولانا مودودی صاحب کی ان فکری لغزیدہ پائیوں کی طرف بھی اشارے کیے ہیں، جو ان سے ان کی مشہور کتاب "تفہیمات" میں سرزد ہوئی ہیں، اس کے بعد قرآنِ کریم کی ایسی نو آیتوں کو بہ طورِ استشہاد پیش کیا ہے، جن میں صراحتاً تمام صحابہ کرام کی تعدیل، توثیق اور ان کے فضائلِ عالیہ کا ذکر ہے، پھر بارہ ایسی صریح حدیثیں بیان کی ہیں، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انفراداً یا اجتماعاً صحابہ کرام کی ستائش کی ہے، اپنے بعد انھیں واجب الاتباع بتلایا ہے اور ان نقوشِ پا کو مشعلِ راہ بنانے کی تلقین کی ہے...... بلاشبہ یہ کتاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے مبنی بر حق عقیدہ رکھنے والوں کے اطمینانِ قلب کا ذریعہ اور انصاف پسند نفوس کی آنکھیں کھول دینے کا وسیلہ ہے۔

(۶) ایمان وعمل مع اعتراضات وجوابات:...... یہ اصل میں بیس صفحات کا ایک رسالہ تھا، جس میں حضرت مدنیؒ نے مولانا مودودی کی تحریروں کی روشنی میں یہ ثابت کیا تھا کہ وہ فرض عبادات کے تارک اور گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو قطعاً مسلمان نہیں سمجھتے اور اسے خارج از ایمان گردانتے ہیں، پھر آپ نے جمہورِ امت اور ائمہ سلف کے اقوال وتحریرات کی روشنی میں مولانا مودودی کی تحریروں کا جائزہ لے کر ان کی متشددانہ قلم رانیوں سے مسلمانوں کو باخبر کیا تھا، کسی صاحب نے وہ تحریر مولانا مودودی تک پہنچادی اور انھوں نے اپنے رسالہ "ترجمان القرآن" کے مارچ ۱۹۵۳/ کے شمارے میں مولانا مدنی پر یہ الزامات لگائے کہ انھوں نے میری تحریروں کے سیاق وسباق پر غور وتامل اور انصاف پسندانہ نظر ڈالے بغیر میرے بارے میں وہ رائے ظاہر کی ہے، جو انھیں نہیں کرنی چاہیے تھی، وہ تحریر آپ کی نظر سے گزری، تو آپ نے پھر مولانا مودودی کی تحریروں کا محاسبہ کرتے ہوئے خالص علمی وتحقیقی پیرایے میں اس عقیدے کو مبرہن ومدلل فرمایا کہ مرتکب کبیرہ اور تارک فرائض شرعیہ ایمان سے خارج نہیں ہے اور یہی تمام اہل السنہ والجماعہ کا عقیدہ ہے، جب کہ مولانا مودودی کی تحریریں مرتکب کبیرہ اور تارک فرائض کو ایمان سے خارج کرتی ہیں، جیسا کہ خوارج اور معتزلہ وغیرہ کا عقیدہ ہے...... یہ رسالہ اس کے باوجود کہ ایک عظیم الشان اختلافی موضوع پر لکھا گیا ہے (اور اسی وجہ سے اس میں جابہ جا قرآن وحدیث اور کبارِ مفسرین ومحدثین کے اقوال سے استدلال کیا گیا ہے) مولانا کا اسلوب انتہائی سنجیدہ، ناصحانہ اور بے پناہ کشش رکھنے والا ہے۔

(۷) مکتوبِ ہدایت:...... یہ بھی مکتبۂ دار العلوم سے شائع شدہ ہے، یہ تحریک جماعت اسلامی کے کسی بڑے عالم کو لکھا گیا ایک جوابی خط ہے، اس میں آپ نے مولانا مودودی کی تمام تحریروں کی روشنی میں ان کے فکری انحرافات، جمہورِ امت سے ان کے سوءِ ظن، کج روفرقِ اسلامیہ سے ان کے خیالات کے قرب، اسلام کے معتمد علیہ لٹریچر کے ایک بڑے حصے سے ان کی بدگمانی اور قرنِ اول سے لے کر بعد تک کے بہت سے محسنینِ امت پر ان کی چھینٹا کشی کی نشان دہی کی ہے، اس میں دو دیگر فتاویٰ بھی شامل ہیں، جن میں یہی باتیں مزید تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہیں، ایک مفتی مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوریؒ کا فتویٰ بہ عنوان "آئینہ تحریک مودودیت" اور دوسرا مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ (مفتی مظاہر علوم، سہارن پور) بہ عنوان "کشف حقیقت" ہے، ان دونوں میں مولانا مودودی کی تحریروں کے اقتباسات کی روشنی میں ان کی تحریک کی کج ادائی کو واضح کیا گیا ہے، اس مسئلہ متعلقہ پر ایک مختصر فتویٰ مفتیِ اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کا بھی ہے۔

(۸) الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب:...... اس کتاب میں حضرت مدنیؒ نے مسلک بریلویت کے بانی مولانا احمد رضا خاںؒ کی ان تلبیسات کا جائزہ لیا ہے، جو انھوں نے سرکردہ علمائے دیوبند کے خلاف پھیلائیں اور ہندی مسلمانوں کو ان سے بیزار کرنا چاہا تھا، اس کا اجمال یہ ہے کہ ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶/) میں انھوں نے ان علمائے دیوبند کی طرف خالص کفریہ عقائد منسوب کر کے ایک تحریر تیار کی اور اس کی روشنی میں حرمین شریفین کے علماء وفقہاء سے فتاویٰ حاصل کرنے کی غرض سے انھوں نے حجاز کا سفر کیا، وہاں کے اکثر علماء نے تو نہ صرف اس کی تصدیق کرنے سے صاف انکار کردیا، بلکہ ان

کے فسادِ نیت اور کج فہمی و علمی نارسائی پر ان کی خوب خبر بھی لی، مگر بعض سادہ لوح علماء نے ان کی تصدیق بھی کردی، چناں چہ واپسی کے بعد خان صاحب نے دو رسالے "تمہیدِ شیطانی" اور "حسام الحرمین" کے نام سے شائع کیے اور پورے ہندوستان میں یہ ڈھنڈورا پیٹنے لگے کہ علمائے حرمین نے ان دیوبندی علماء کی تکفیر کی ہے اور ان کے عقائد سے براءت کا اظہار کیا ہے، یہ محض اتفاق تھا کہ فراغت کے بعد سے حضرت مدنیؒ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ منورہ ہی میں قیام پذیر تھے اور انھیں معلوم بھی ہوگیا تھا کہ مولانا احمد رضا خاں یہاں آئے تھے اور ان کا مقصد کیا تھا؛ چناں چہ جب وہ ہندوستان پہنچے اور دیکھا کہ خان صاحب کیا گل کھلا رہے ہیں، تو ان کے دجل و فریب کی قلعی کھولنے اور علمائے دیوبند پر لگائے گئے ان کے بے سرو پا الزامات کی تردید کے لیے آپ نے رسالہ لکھا، اس رسالے کے دو باب ہیں:...... پہلے باب میں علمائے حرمین سے فتویٰ لینے میں خان صاحب کے مکر و فریب کی تفصیلات دی گئی ہیں، جب کہ دوسرا باب نو فصلوں پر مشتمل ہے، جن میں علمائے دیوبند پر لگائے گئے الزامات و افتراءات پر گفتگو کی گئی ہے، پہلی فصل حضرت نانوتویؒ پر لگائے گئے اتہامات کے تفصیلی تذکرے کو محیط ہے، دوسری فصل میں عقیدۂ ختم نبوت پر کلام کیا گیا ہے، تیسری فصل میں حضرت گنگوہیؒ پر لگائے گئے الزامات کا بیان ہے، چوتھی فصل میں مسئلۂ امکان و امتناع کی تنقیح کی گئی ہے، پانچویں فصل میں مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ پر خان صاحب کی تہمتوں کا بیان ہے، چھٹی فصل میں مولانا سہارن پوری کی تصنیف "براہینِ قاطعہ" کی متعلقہ عبارت کے صحیح مفہوم کی نشان دہی ہے، ساتویں فصل میں مولانا سہارن پوریؒ پر لگائی گئی دوسری تہمت کا تذکرہ ہے، آٹھویں فصل میں حضرت تھانویؒ کے تعلق سے خان صاحب کی یاوہ گوئیوں کا محاسبہ ہے اور آخری فصل میں حضرت تھانویؒ کی تصنیف "حفظ الایمان" کی اس عبارت کی توضیح ہے، جس کو بنیاد بنا کر خان صاحب نے ان کے خلاف زبان و قلم کا بے محابا استعمال کیا تھا، پوری کتاب انتہائی محقق ہے اور اس کا لفظ لفظ حضرت مدنیؒ کے بے پناہ علم اور وسعت نگاہی کی منھ بولتی تصویر ہے۔

**(۹) سلاسلِ طیبہ:**...... علمائے دیوبند شروع ہی سے نہ صرف علم و فضل کے اعتبار سے مقامِ ممتاز کے حامل رہے ہیں، بلکہ وہ تصوف و سلوک کے بھی امام رہے ہیں، بانیانِ دارالعلوم سے لے کر اس کے فضلاء میں سے بیشتر نے اپنے اپنے وقت میں اس میدان میں بھی اپنی خاص شناخت بنائی اور جاہلانہ طریقت اور رسمی ولایت کا پرچار کرنے کی بجائے اس طریقت و ولایت کی نمایندگی کی ہے، جس کا سرا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، حضرت مدنیؒ بھی اپنے وقت کے باکمال صوفی اور ولی کامل تھے، آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں میں تھی، آپ کو بیعت و خلافت حضرت گنگوہیؒ سے حاصل تھی، "سلاسلِ طیبہ" میں آپ نے صوفیاء کے چاروں طریقوں (قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی) کے اوراد و اشغال اور ان کے منظوم شجروں کو طالبین و سالکین کی آسانی و رہ نمائی کے لیے یک جا کر دیا ہے۔

**(۱۰)**...... حضرت مدنی کا ایک انتہائی تحقیقی مقالہ انگریزوں کی آمد سے پہلے اور ان کی آمد کے بعد ہندوستان کی تعلیمی حالت پر ہے، اس میں محقق و مستند اعداد و شمار کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے اور مغلیہ

دورِ حکومت میں ہندوستان کی تعلیمی حالت انتہائی بہتر بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک کے لیے باعثِ رشک تھی، یہاں تعلیم گاہوں کی کثرت، حصولِ علم کے دیگر وسائل و ذرائع کی بہتات اور علم و علماء کا دور دورہ تھا، خواہ دینی و مذہبی علوم ہوں یا عصری و پیشہ ورانہ علوم ہر ایک میں یہاں کے باشندے یکتہ و ممتاز ہوا کرتے تھے، لیکن جب انگریزوں کے ناپاک قدم اس ملک پر پڑے، تو جہاں انھوں نے سیاسی و معاشی اعتبار سے اس کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کی شیطانی تدبیریں کیں، وہیں یہاں کے باشندوں کو فکری و علمی طور پر اپاہج بنادینے میں بھی اس عیار و مکار قوم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی، ہوسکتا تھا کہ یہ بات بہت سے "اسکالروں" اور "دانش وروں" کو اوپری معلوم ہو، اس لیے آپ نے اپنی بات کو خود انگریزی مصنفین کی تحریروں سے مدلل کیا ہے اور ان کے بیانات کی روشنی میں یہ بتایا ہے کہ انگریزی سامراج نے کس طرح اس ملک کا علمی و فکری استحصال کرنے کی سازشیں رچیں، تاکہ ہندی قوم ذہنی و فکری اعتبار سے مفلوج ہوجائے اور ذلت واستبعاد کی زندگی پر راضی ہوکر حصولِ آزادی کے شعور سے بیزار ہوجائے، یہ مقالہ حضرت مدنیؒ نے ۱۹۴۳ میں تحریر کیا تھا، جب کہ جدوجہد آزادی پورے شباب پر تھی، اسی زمانے میں اسے ایک رسالے کی شکل میں مجلس قاسم المعارف دیوبند نے چھاپا تھا، پھر یہ نایاب ہوگیا تھا، اتفاق سے اس کا ایک نسخہ کہیں سے معروف عربی و اردو ادیب و صحافی مولانا نور عالم خلیل امینی مدظلہ العالی کے ہاتھ لگ گیا، انھوں نے اس کی غیر معمولی اہمیت و وقعت کو محسوس کیا اور اس کو عربی کے قالب میں ڈھال کر اولاً دارالعلوم دیوبند کے عربی مجلہ ماہ نامہ "الداعی" میں قسط وار شائع کیا، پھر ان کی تحریک و ترغیب پر شیخ الہند اکیڈمی نے اسے "الحالة التعليمية في الهند قبلَ الاستعمار الانجليزي وفيما بعده" کے نام سے بہترین کتابت وطباعت کے ساتھ چھاپا ہے اور یہ مکتبہ دارالعلوم دیوبند میں دست یاب ہے۔

حضرت مدنیؒ کے مختلف بکھرے ہوئے مقالات اور چند ایک تقریروں کا بھی مولانا امینی مدظلہ العالی نے "بحوث في الدعوة والفكر الاسلامي" کے نام سے عربی ترجمہ کیا ہے اور وہ بھی اکیڈمی سے طبع شدہ ہے۔

## حواشی

(۱)......ص: ۴-۵، مطبوعہ: مکتبہ دینیہ، دیوبند۔ (۲)......ص: ۷۔ (۳)......ص: ۴۲۔ (۴)......روزنامہ الجمعیۃ، "شیخ الاسلام نمبر" ص: ۱۷۲۔ (۵) ...... ایضاً، ص: ۱۷۳۔ (۶) ...... ص: ۸، مطبوعہ: مکتبہ الفضل، دیوبند۔ (۷)......روزنامہ الجمعیۃ، شیخ الاسلام نمبر، ص: ۱۷۴۔ (۸)...... پروفیسر یوسف سلیم چشتی، اقبال اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، الجمعیۃ، شیخ الاسلام نمبر، ص: ۳۸۳۔ (۹)...... الجمعیۃ، شیخ الاسلام نمبر، بہ حوالہ: اقبال ریویو، جنوری ۱۹۶۹/، ص: ۶۷۔ (۱۰) ص: ۵۷۴۔ (۱۱)...... پروفیسر یوسف سلیم چشتی، اقبال اور مولانا حسین احمد مدنیؒ، مشمولہ: الجمعیۃ، شیخ الاسلام نمبر، ص: ۳۸۳۔ (۱۲) ...... ڈاکٹر اقبال کی چند تنقیدات و ترجیعات، مشمولہ: الجمعیۃ، شیخ الاسلام نمبر، ص: ۳۸۵-۳۹۰۔ (۱۳)...... ص: ۶، مطبوعہ: مجلس قاسم المعارف، دیوبند ...................... ☆☆